(غلام گردش)

نوبل پرائز بند کرو!

ہمیں تاریخی لوریاں سنا سنا کر ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سلانے کی کوشش جاری ہے۔ تاریخی ناولوں نے افسانے کو حقیقت میں بدل کر ہمیں ایک خود ساختہ برتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ دلیل کب سے کسی اور جگہ ہجرت کر چکی! آپ چاروں طرف دیکھیے۔ تلخی، مبالغے اور شدید جذباتیت کا ایک سماجی محلول نظر آئیگا۔ ہماری قوم کا ہر شخص اس رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ جو لوگ صحیح بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ الزامات کے تیر سہتے سہتے ختم ہو جاتے ہیں۔ ہم اپنے مسلسل منفی رویے کی بدولت تہذیب یافتہ ممالک کی فہرست سے کب کے نکل چکے ہیں۔

آپ سائنس اور ٹیکنالوجی پر نظر دوڑائیے۔ یہ ہمارے لیے اجنبی راہوں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ کم از کم پانچ صدیوں سے مسلمان کوئی نئی سائنسی ایجاد نہیں کر پائے۔ مگر علم کے خزانے ہمارے قدیم سائنس دانوں کے صحن کے پھول ہیں۔ مارٹن کریمر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر نوبل پرائز سات آٹھ صدیاں پہلے شروع کیا جاتا تو، تمام نوبل پرائز صرف اور صرف مسلمانوں کو ملتے۔ مگر اب صورت حال انتہائی تکلیف دہ ہیں۔ مسلمانوں کی مجموعی آبادی ڈیڑھ ارب کے لگ بگ ہے مگر ہمارے پاس نوبل پرائز حاصل کرنے والے افراد ایک درجن سے بھی کم ہیں۔ کل ملا کر دس یا شائد گیارہ! کیا یہ قیامت نہیں کہ ہم علمی معاملات میں اتنا پیچھے چلے گئے ہیں کہ جہالت اب ہماری حاکم بن چکی ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر رچرڈ ڈاکنز نے لکھا ہے کہ "مسلمانوں کے پاس نوبل پرائز حاصل کرنے والوں کی تعداد کیمرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج سے بھی کم ہے"۔

الفرڈ نوبل غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل شخص تھا۔ وہ بیک وقت ایک انجینئر، کیمسٹ اور متعدد نئی ایجادات کا موجد تھا۔ اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں 355 ایجادات کیں۔ ان تمام میں ڈائنامائٹ سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ 1833 میں سویڈن کے شہر سٹاک ہوم میں پیدا ہوا۔ اسکا سارا خاندان انجینئر تھا۔ 1894 میں اس نے بوفرز نام کی سٹیل مل خرید لی۔ یہاں وہ مختلف اقسام کی توپیں بنایا کرتا تھا۔ اس نے دھواں کے بغیر بارودی سامان بھی بنانا شروع کر دیا۔ اس میں "کورڈائٹ" بھی شامل تھا۔ "کورڈائٹ" پر تو باقاعدہ وہ برطانوی کمپنیوں سے مقدمہ بازی میں مصروف رہا کیونکہ کچھ برطانوی کمپنیاں اسکو اپنی ایجاد بتا رہی تھیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو الفرڈ نوبل نے تمام پیسہ ان ہتھیاروں کے بنانے سے کمایا جو جنگوں میں عام لوگوں کے قتل عام کے لیے استعمال کیا گیا۔ وہ دراصل موت کا سامان فروخت کرنے والا سوداگر تھا۔ مرنے تک دنیا میں وہ اسی نام سے مشہور تھا یعنی "موت کا سوداگر"۔ 1888 میں اس نے ایک فرانسیسی اخبار میں اپنے مرنے کی خبر پڑھی۔ اس خبر میں اسکی سوانح عمری بیان کی گئی تھی۔ خبر کا عنوان تھا "موت کا سوداگر بالآخر خود مر گیا" الفرڈ نوبل اس کو پڑھ کر حیران ہو گیا کیونکہ وہ زندہ تھا۔ معلوم ہوا کہ دراصل اسکا بھائی "لڈوگ" فوت ہوا تھا مگر فرانسیسی اخبار نے غلط فہمی میں "الفرڈ" کے مرنے کی خبر چھاپ دی۔

اس واقعہ نے "الفرڈ نوبل" کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جب وہ حقیقت میں اس دنیا سے چلا جائیگا تو اسے مرنے کے بعد کس طرح

یاد رکھا جائیگا۔وہ اپنے ٹائیٹل "موت کے سوداگر" سے از حد رنجیدہ تھا۔اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور اپنی منفی شخصیت کو کیسے لوگوں کے لیے فائدہ مند روپ میں سامنے لائے۔اس نے اپنی زندگی میں وصیت تک لکھ ڈالی تھی کہ اسکے مرنے کے بعد تمام جائیداد ایک خاص ترتیب میں اسکے لواحقین میں تقسیم کردی جائے۔مگر اب اسکا ذہن مکمل تبدیل ہو چکا تھا۔اس پر صرف ایک دھن سوار تھی کہ مرنے سے پہلے وہ انسانیت کے لیے کوئی فلاحی کام کر جائے۔فوت ہونے سے ٹھیک ایک سال قبل اس نے اپنے وکیل کو بلایا۔وکیل کو اپنی تبدیل شدہ وصیت حوالے کردی۔وکیل اس وصیت کو پڑھ کر حیران ہوگیا۔الفرڈ نوبل نے اپنی تمام دولت کا 94 فیصد حصہ اپنے نام سے ایک انعام شروع کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔یہ انعام ان لوگوں کو دیا جانا ٹھہرا جنہوں نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے غیر معمولی کام کیے ہوں۔دراصل اس انعام کے پانچ حصے تھے۔ان میں فزکس، کیمسٹری، میڈیسن، ادب اور امن کے اہم شعبے شامل تھے۔وہ 1897 میں فوت ہوا۔اسکی وصیت پر عملدرامد کرنے میں دو سال کا عرصہ لگا۔چنانچہ اسکی خواہش کے مطابق "نوبل فاؤنڈیشن" بنائی گئی۔اس فاؤنڈیشن کا کام جائیداد کی دیکھ بھال اور اسکی جائیداد کو نوبل پرائز دینے کیلیے استعمال کرنا تھا۔

اس زمانے میں ناروے اور سویڈن میں ایک عمرانی معائدہ موجود تھا اور دونوں ایک ہی یونین کا حصہ تھے۔وصیت کے مطابق ناروے میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو امن کے نوبل پرائز کے لیے لوگوں کا انتخاب کرتی تھی۔سویڈن میں تین اداروں کو اختیار دیا گیا کہ وہ امن کے علاوہ، بقیہ تمام شعبوں میں غیر معمولی کام کرنے والوں کا انتخاب کریں۔فاؤنڈیشن کے پاس تمام شعبوں میں لوگوں کو منتخب کرنے کے لیے کوئی اصول یا ضابطہ نہیں تھا۔چنانچہ منتظمین نے کمال ایمان داری اور کسی تعصب کے بغیر 1900 میں تمام ضابطے اور اصول ترتیب دیے جنکی بنیاد پر یہ انعامات دیے جانے تھے۔ان تمام ضابطوں کو اس وقت کے بادشاہ آسکر دوم نے منظور کیا۔1905 میں ناروے اور سویڈن علیحدہ ہوگئے مگر الفرڈ کی وصیت کے مطابق آج تک امن کے نوبل پرائز کا انتخاب ناروے کی کمیٹی ہی کرتی ہے۔آج تک اسکی وصیت کا بھرپور احترام کیا جاتا ہے۔نوبل فاؤنڈیشن کی حیثیت بہت منفرد ہے۔بنیادی طور پر یہ کسی قسم کے نوبل پرائز کے انتخاب میں شامل نہیں ہے۔یہ کسی بھی ایسے عمل سے بہت دور رہتی ہے جس میں انعام لینے والوں کے نام ترتیب کیے جاتے ہیں یا انکو حتمی شکل دی جاتی ہے۔نوبل فاؤنڈیشن اب ایک ایسی کمپنی کی شکل اختیار کر چکی ہے جو الفرڈ نوبل کے چھوڑے ہوئے پیسوں اور جائیداد کی منافع بخش سرمایہ کاری کرتی ہے۔سویڈن اور امریکہ میں اس کمپنی کو اپنے منافع پر کوئی ٹیکس نہیں دینا پڑتا۔دسمبر 2001 میں فاؤنڈیشن نے اپنے اثاثہ جات 560 ملین یو ایس ڈالر کے قریب اعلان کیے تھے۔نوبل پرائز حاصل کرنے والوں کا تمام انتخاب چار کمیٹیاں کرتیں ہیں۔ان میں تین سویڈن میں ہیں۔رائل اکیڈمی آف سائنسز، کارولنکا انسٹیٹوٹ کی نوبل اسمبلی اور سویڈش اکیڈمی۔ناروے میں نارویجین نوبل کمیٹی قائم ہے جو صرف امن کے نوبل پرائز کے لیے کام کرتی ہے۔جرمنی نے 1940 میں ناروے پر قبضہ کرلیا۔لہذٰا دو سال یعنی 42-1940 تک امن کا نوبل پرائز کسی کو بھی نہ دیا جاسکا۔1968 میں اقتصادیات میں غیر معمولی کام کرنے والوں کو اس فہرست میں شامل کیا گیا جنہیں یہ انعام دیا جاتا ہے۔اسکے بعد آج تک انعام کے لیے کسی اور شعبہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

نوبل پرائز دینے کا کام ووٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔تمام ادارے یا کمیٹیاں اپنے ممبران کے ساتھ کئی مہینے عرق ریزی سے ایک

ایک شخص کے کام کو پرکھتی ہیں اور پھر فائنل ہونے والے امیدوار پر ووٹنگ ہوتی ہے۔ فیصلہ ہمیشہ زیادہ ووٹ لینے والے شخص کے حق میں ہوتا ہے۔نوبل پرائز کی تقریب 10 دسمبر کو منعقد کی جاتی ہے۔ یہ دن دراصل الفرڈ نوبل کا یوم وفات ہے۔سویڈن میں یہ انعام ملک کا بادشاہ بذات خود دیتا ہے۔ناروے میں بادشاہ کو یہ انعام دینے کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ ناروے میں یہ انعام امن کمیٹی کا چیئرمین اپنے ہاتھ سے دیتا ہے۔مگر اس تقریب میں ناروے کا بادشاہ موجود ہوتا ہے۔امن کا پہلا انعام ہنری ڈیونینٹ کو دیا گیا۔اس شخص نے بین الاقوامی سطح پر ریڈ کراس نام کی تنظیم بنائی تھی جو آج بھی قائم ہے۔اب تک دو اشخاص نے نوبل پرائز لینے سے انکار کیا ہے۔1914 میں " جین پال سارترے" نے ادب کا نوبل پرائز لینے سے اس بنیاد پر انکار کیا کہ " کسی بھی ادیب کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی ذات کو ایک ادارہ کی حیثیت دینے کی کوشش کرے"۔دوسرا شخص 1973 میں "لی ڈوک تھو" تھا۔اس نے امن کا پرائز لینے سے صرف اس بنیاد پر انکار کیا کہ اسکی ویت نام میں امن کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور ویت نام میں امن قائم نہ ہوسکا۔اب تک ایک خاندان کی حیثیت سے سب سے زیادہ نوبل پرائز" کیورے فیملی" کو ملے ہیں۔ یہ بے حد دلچسپ اَمر ہے۔مادام کیورے کو 1903 میں فزکس اور 1911 میں کیمسٹری میں نوبل پرائز ملا۔1903 میں فزکس کے انعام میں اسکا خاوند بھی شریک تھا۔1935 میں انکی بیٹی کو کیمسٹری میں نوبل پرائز دیا گیا۔انکی دوسری بیٹی کا خاوند ہنری یونیسف میں ڈائریکٹر تھا جب 1965 میں یونیسف کو بطور ادارہ نوبل پرائز سے نوازا گیا۔

مسلمانوں کے پاس نوبل پرائز حاصل کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔اور اگر سائنس کے میدان پر نظر ڈالیں تو یہ تعداد شرمناک حد تک کم ہے۔ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کے میدان میں ہم بانجھ ہو چکے ہیں۔دور دور تک ایک المناک سناٹا ہے۔کوئی صدا بلند کرنے والا موجود نہیں۔تحقیق، نئی بات سوچنا اور کہنا اب ہمارے ہاں جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ اسلامی دنیا کا ذکر چھوڑ دیں۔اپنے ملک کی بات کریں۔تعلیم کا مقصد صرف نوکری تلاش کرنا ہے۔کسی بھی سطح پر سائنسی تحقیق کو فروغ حاصل نہیں ہے۔آپ حکمرانوں کی تقریروں کو بالکل اہمیت نہ دیں۔انکی اولاد کی تعلیمی کارگروگی کا جائزہ لیجئے۔آپکو عملی صورت حال جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔یہ انتہائی پست تعلیمی ریکارڈ کے حامل نظر آئینگے۔لیکن فکر کی کوئی بات نہیں! ہمارے حکمران جسطرح اپنے خاندان کی تربیت اور جس طرز سے حکومت کررہے ہیں۔اس کے لیے نوبل پرائز دیے جانے والے شعبوں میں اضافہ کرنا پڑے گا۔یہ اضافہ اشد ضروری ہے! ہمارے مقتدر لوگوں کے لیے کرپشن، جھوٹ اور ریاکاری کا ایک نیا نوبل پرائز بنانا چاہیے! مجھے یقین ہے کہ وہ اسکو حاصل کرنے کے مسلسل حقدار ہونگے! بلکہ انہیں یہ انعام صریحاً میرٹ پر ملے گا! اگر ہمارے قومی رہنماؤں کو نوبل پرائز کمیٹی یہ اعزاز نہیں عطا کرتی تو ہمارا مطالبہ ہونا چاہیے کہ نوبل پرائز کو فوراً بند کرو!

راؤ منظر حیات

Dated:08-06-2014